مستورات سے خطاب

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مستورات سے خطاب

(فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۳ء برموقع جلسہ سالانہ)

تشہد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سیدہ فضیلت بیگم صاحبہ کی آواز چونکہ بلند ہے اس لئے وہ سٹیج کے چاروں طرف کہہ دیں کہ چونکہ میں ابھی کل ہی انفلوئنزا کے باعث بستر سے اُٹھا ہوں اس لئے بلند آواز سے نہیں بول سکوں گا اگر وہ خاموشی سے سُن لیں تو بہتر ہے۔ جن کو آواز نہ پہنچے وہ بھی اگر خاموشی سے سنیں گی اور تقریر کے دوران خاموش رہیں گی تو کم از کم ثواب ہی حاصل کریں گی۔

فرمایا:-

ہر زمانہ میں جو گزرا ہے، مرد ہو یا عورت یہ خیال کرتے رہے کہ اپنے آپ کو بلند مرتبہ یا بڑائی کے اظہار کیلئے خوبصورت بنائے رکھیں اور نہیں تو اپنے جسم کو ہی سُرمہ سے گود دیں یا عمارتیں ایسی بلند بنائیں کہ خوبصورتی اور تفاخر کا اظہار ہو اور اسی کو فخر یا بلندیٔ مرتبہ کا معیار رکھا۔ چنانچہ دہلی، بغداد اور قرطبہ وغیرہ میں ایسی عمارتیں بکثرت تھیں اور ہیں۔ بعض گانا بجانا ہی خوبی سمجھتے تھے، بعض ممالک میں لباس اعلیٰ اور خوبصورت پسند کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بعض لوگ شلواریں ۴۰، ۵۰ گز کی پہنتے تھے۔ ایک زمانہ ہندوستان پر بھی ایسا آیا کہ لباس تفاخرانہ پہنتے اور موجودہ شلواروں یا پاجاموں کو بُرا جانتے تھے مگر رفتہ رفتہ فیشن اَور کا اَور ہو گیا۔ غرض ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی بڑائی اور نئی ایجاد کا طریقہ نکلتا رہا۔ چنانچہ آجکل ہمارے ملک میں بھی اعلیٰ تعلیم پانے کا فیشن ہے اور ڈگریاں حاصل کرنے کا بھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ سکندر یا تیمور کو ملک فتح کرنے کا اتنا شوق ہوگا جتنا کہ آج کل کے ماں باپ لڑکیوں کو اعلیٰ ڈگریاں دلانے کے شائق ہیں۔ یہ ایک فیشن ہو گیا ہے

جو انگریزوں کی رِیس اور تقلید میں ہے اور اس فیشن کی رَو جنون کی حد تک پہنچ چکی ہے اور ہمارے ملک میں دوسرے ممالک کی رِیس سے لڑکیوں کے ڈگریاں حاصل کرنے کی ترقی ہو رہی ہے اور یہ بھی ایک جنون ہے۔ پہلے جنون تھا جہالت کا اور اب جنون ہے موجودہ طریقِ تعلیم کا۔ حالانکہ یہ بھی ایک جہالت ہے۔

دوسرے ممالک والے انگریزوں کو دیوانۂ علم قرار دیتے ہیں مگر وہ غلط سمجھتے ہیں۔ انگریز قوم علم جہالت کے لئے نہیں سیکھتی بلکہ وہ ضرورت کے ماتحت مفید علم سیکھتی ہے اور اپنے ملک وملت کیلئے مفید اور فیض رساں ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے ملک کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی رِیس تو پیدا ہو رہی ہے مگر نقصان کرنے کیلئے۔ ابھی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے سنایا کہ ایک شخص نے یورپ میں اپنے لڑکے کو اعلیٰ تعلیم پانے کیلئے کالج میں بھیجا مگر کہا کہ خود کما کر اور خرچ مہیا کر کے ڈگری لو ہمارے پاس تمہیں دینے کو روپے نہیں ہیں۔ تو یہ ایک مفید بات ہوئی۔ مال ضائع نہیں کیا گیا بلکہ بچے کو اپنی قوتِ بازو پر انحصار رکھنے کی تلقین کی گئی۔

آج کل عورتوں میں ڈگریاں پانے کا جنون پیدا ہو رہا ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ ہم مہذّب نہیں کہلا سکتیں جب تک کہ کوئی علمی ڈگری ہمارے پاس نہ ہو مگر یہ ان کی جہالت کا ثبوت ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنی جماعت کی عورتوں کو جہاں تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دوں وہاں یہ بھی بتاؤں کہ کتنی تعلیم اور کیسی تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔

ہر ایک انسان کو خدا تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی نعمت دی ہے۔ بعض کی آواز اچھی ہوتی ہے اور بعض کی تحریر۔ بے شک تحریر بھی اچھی چیز ہے اس کے ذریعہ سے انسان ہزاروں میل پر اثر پیدا کر سکتا ہے اور اظہارِ مدّعا کا یہ بہترین طریق ہے۔ پھر عورتوں کیلئے میں ایک آسان مثال دیتا ہوں۔ پہلے سُوئی استعمال ہوتی تھی لیکن اب سلائی کی مشین سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ پس علم کے معنی ہیں اپنی طاقتوں کو وسیع کرنا اور ضرورت کے مطابق اپنی زندگی کے آرام و آسائش کی چیزیں مہیا کر لینا اور اچھی چیزوں سے فائدہ اُٹھانا اور اُسے اپنی قوم اور مذہب کیلئے مفید بنانا۔

علم دو قسم کا ہے۔ علم الادیان جس سے دین کو فائدہ پہنچتا ہے اور علم الابدان جس سے جسم کو فائدہ پہنچتا ہے ان دونوں چیزوں کا نام علم ہے اور کسی دوسری شَے کا نہیں۔ مثلاً ایک عورت ہے جو اپنی عمر کو ریاضی کے مسئلے سیکھنے میں گزار دے اور بچوں کی تربیت اور خانہ داری کے فرائض کو چھوڑ دے تو اسے عقلمند یا علم سیکھنے والی کون کہے گا؟ مرد تو ایسا علم سیکھنے کیلئے مجبور ہے کیونکہ اس نے روزی

پیدا کرنی ہے مگر عورت کو ریاضی کے سوال حل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ علم نہیں یہ جہالت ہے۔ عورتوں کا کام ہے گھر کا انتظام اور بچوں کی پرورش مگر لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ دوسرے کی چیز کو اچھی جانتے ہیں اور اپنی شَے پسند نہیں کرتے اس لئے یورپ کی عورتوں کی رِیس کر کے ہماری مسلمان قوم اپنی لڑکیوں کو ڈگریاں دلانا چاہتی ہے حالانکہ عورت گھر کی سلطنت کی ایک مالکہ ہے اور ایک فوجی محکمہ کی گویا آفیسر ہے کیونکہ اس نے پرورشِ اولاد کرنی ہے۔

عورتیں سمجھتی ہیں کہ مردوں کے کام شاید زیادہ سہولت اور عزت کے ہیں اور کالجوں میں پڑھنا اور ڈگری پانا کوئی آسان امر ہے اور یہ اعزاز کا موجب ہے۔ لیکن اگر عورتوں نے مردوں کا کام لے لیا اور مردوں نے عورتوں کا تو یہ ایک ذلّت ہوگی۔ کوئی زمانہ تھا کہ لکھنؤ میں شاعر بھی زنانہ پَن سے شعر کہنے لگے اور عورتوں کی زبان اختیار کی مگر دیکھو اودھ کے بادشاہ جب نسوانی باتیں سیکھنے لگے تو سلطنت کھو دی۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے بچے اس لئے خراب ہیں کہ مائیں نالائق ہیں۔ ان کو تربیت نہیں آتی۔ مَیں ولایت گیا تو جہاز پر ایک انگریزی طرزِ رہائش کا ہندوستانی تعلیم یافتہ دیکھا جو بالکل یورپ کا تمدّن رکھتا تھا۔ حتّٰی کہ اپنی ہندوستانی زبان کا ایک لفظ بھی اُسے نہ آتا تھا۔ تو یہ ہے ڈگریاں پانے کا نتیجہ۔ گویا وہ ہندوستان سے ایک طرح بالکل الگ ہو گیا۔ تو ہمارے ملک میں اگر کسی کو کھانے پینے کو مل جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ میں دوسروں سے الگ ہوں۔ انگریزوں کے ملک میں یہ دستور نہیں کیونکہ وہ لوگ علم سے فائدہ اُٹھاتے ہیں نہ کہ بجائے قوم کو فائدہ پہنچانے کے الگ رہ کر نقصان پہنچاتے ہیں۔

دیکھو ہماری سٹیج پر ہی یہ بات ہوئی ہے کہ لوگوں کو یہ فخر ہو گیا ہے کہ وہ جج کی بیوی یا بیرسٹر کی ماں یا ڈپٹی کی بیوی ہیں اس لئے انہیں اونچی جگہ ملنی چاہئے حالانکہ ان کو یہ خیال رکھنا چاہئے تھا کہ فلاں بہن چونکہ پریذیڈنٹ ہے یا سیکرٹری ہے یا قومی کارکن ہے اس لئے ان کا یہاں ہونا ضروری ہے۔ دنیا میں عزت پیسوں سے نہیں ہوا کرتی۔ روپے ملنے سے آدمی بڑا نہیں بن جایا کرتا اور کوئی آدمی نہ تو اعلیٰ بھڑکدار لباس پہننے سے یا بیش قیمت زیورات پہن لینے سے قدر پاتا ہے بلکہ سچی تعلیم انسان کے اندر وقار پیدا کرتی ہے۔ قابلِ عزت وہی ہوتا ہے جو تعلیم یافتہ ہو۔ گِری ہوئی قوموں میں اچھے کپڑوں کا بے شک لحاظ کیا جاتا ہے مگر اصل نیک لوگوں میں ایسا نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ سعدیؒ کا قصہ آتا ہے کہ ایک امیرانہ دعوت میں اُن کی عزت نہ ہوئی کیونکہ وہ

سادہ لباس پہنا کرتے تھے۔ دوسرے دن جب کہ وہ اعلیٰ لباس پہن کر گئے تو عزت کی اونچی جگہ دی گئی اور آپ نے اپنے کپڑوں کو کھلانا شروع کیا۔ جب لوگوں نے استفسار کیا تو فرمایا کہ میری نہیں بلکہ میرے لباس کی عزت کی گئی ہے۔ ہندوستان میں یہ جو بڑے بڑے جج اور گورنر ہیں ان کو اپنے بڑے لوگوں میں کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ ایک فنانشل کمشنر تھا اُس نے تصویر کھنچوانے کے وقت حافظ روشن علی صاحب مرحوم کے پیچھے کھڑا ہونے کی اجازت حاصل کی حالانکہ وہ ہمارے ہندوستان میں جب حاکم تھا بہت جابر اور اعلیٰ عزت کا مالک تھا کیونکہ تنخواہ زیادہ تھی اور لوگ زیادہ پیسوں والے کی عزت کرتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے دولت سے عزت حاصل نہیں ہوتی۔ خیر ہماری جماعت میں تو ابھی یہ دنیوی عزت آئی ہی نہیں عزت ابھی کہاں۔ یاد رکھو حقیقی عزت، روحانیت سے، نیکی، تقویٰ اور طہارت سے پیدا ہوتی ہے۔ ترقی کرنے کا ذریعہ ہی نیک عملی ہے۔ عزت خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔ دینی تعلیم حاصل کرنی چاہئے جس سے قوم اور ملت کو فائدہ ہو۔ تم میں سے کتنی ہیں جو خدمتِ دین اور تبلیغِ اسلام کرتی ہیں۔

پس خدا اور رسولؐ کی باتیں سنو۔ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھو، ناولوں اور رسالوں کے پڑھنے کی فُرصت مل جاتی ہے لیکن دینی کتابوں کیلئے وقت نہیں ملتا؟ کتنی شرم کی بات ہے کہ اَب انگریز تو مسلمان ہو کر اردو سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھیں مگر ہماری عورتیں اردو نہیں سیکھتیں اور اگر کچھ شُد بُد پڑھ لیتی ہیں تو ناول پڑھنے شروع کر دیتی ہیں۔ علمِ دین سیکھو، قرآن پڑھو، حدیث پڑھو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں علم وحکمت کی باتیں لکھی ہیں ان سے مفید علم سیکھو، بی اے، ایم۔ اے کی ڈگریاں لینی دین کیلئے مفید نہیں ہیں۔

پچھلے سال ایک لڑکی جو بی۔ اے میں تعلیم پاتی تھی اُسے کہا گیا کہ اپنی ہمجولیوں میں تبلیغِ احمدیت کیا کرو اُس نے جواب دیا کہ میں آپس میں تفرقہ ڈالنا پسند نہیں کرتی مگر وہ عالم نہیں جاہل تھی۔ اب کیا فائدہ دیا اُسے ایسے علم نے؟ اگر بعض باتیں سیکھنے کا نام علم ہے تو کیا بعض باتیں لوہاروں اور ترکھانوں کو نہیں آتیں؟ علم کے معنی ہیں اپنے مطلب کی چیزوں کو حاصل کرنا۔ ضرورت پوری کرنے والی شَے کا نام علم ہے۔ ایک بی۔ اے کو فوج میں بھرتی نہ کیا گیا اس لئے کہ وہ فوجی کرتبوں سے ناواقف تھا اور وہ فوجی لوگوں کا علم نہیں جانتا تھا۔ ایک طبیب اگر موسیقی جانتا ہے تو اسے لائق کون کہے گا۔

پس ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہمیں کن علوم کی ضرورت ہے؟ ہمیں علمِ دین کی ضرورت ہے۔ کوئی لڑکی اگر ایم۔اے پاس کر لے اور اُس کو تربیتِ اولاد یا خانہ داری نہ آئے تو وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ ماں کا پہلا فرض بچوں کی تربیت ہے اور پھر خانہ داری ہے۔ جو حدیث پڑھے، قرآن کریم پڑھے وہ ایک دیندار اور مسلمان خاتون ہے۔ اگر کوئی عورت عام کتابوں کے پڑھنے میں ترقی حاصل کرے تا کہ وہ مدرّس بن سکے یا ڈاکٹری کی تعلیم سیکھے تو یہ مفید ہے کیونکہ اس کی ہمیں ضرورت ہے لیکن باقی سب علم لغو ہیں۔ مَیں کہتا ہوں بی۔اے، ایم۔اے ہو کر کرو گی کیا؟ میں اپنی جماعت کی عورتوں کو کہتا ہوں کہ دین سیکھو اور روحانی علم حاصل کرو۔ حضرت رابعہ بصری یا عائشہ صدیقہؓ کے پاس ڈگریاں نہیں تھیں دیکھو حضرت عائشہؓ نے علمِ دین سیکھا اور وہ نصف دین کی مالک ہیں۔ مسئلہ نبوت میں جب ہمیں ایک حدیث کی ضرورت ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ جاؤ عائشہؓ سے سیکھو۔

شیر محمد ایک یکّہ بان اَن پڑھ جاہل تھا مگر تبلیغ کرنے کا اُسے سلیقہ آتا تھا۔ جب یکّہ چلانے بیٹھتا تو ایک کتاب حضرت صاحب کی ہاتھ میں لے لیتا اور کسی پاس بیٹھے ہوئے کو کہتا کہ مجھے سناؤ۔ اِس طرح سے وہ تبلیغ کرتا تھا۔ غرض جاہل، اَن پڑھ اگر مطلب کی مفید باتیں جانتا ہے تو وہ عالم ہے جاہل نہیں ہے۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ خدمتِ دین میں ترقیٔ علم کا راز ہے۔ امیر انسان، تکبر سے نہیں ہوتا نہ روپے سے بلکہ سچے علم سے۔

اب میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو سچا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تم حقیقی علم حاصل کرو۔

(مصباح ۱۵۔جنوری ۱۹۳۴ء)